بسم اللہ الرحمن الرحیم

صحابہ میں

حضرت معاویہ رض کا مقام

تالیف

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ الحرانی رح

ترجمہ

مولانا محمد رفیق اثری

فاروقی کتب خانہ ملتان

بیرون بوہڑ گیٹ۔

فون: 41809

صحابہ میں حضرت معاویہؓ کا مقام

تالیف
شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ الحرانیؒ

ترجمہ
مولانا محمد رفیق اثری

ناشر: جمعیۃ طلباء دار الحدیث محمدیہ جلالپور پیروالہ

جملہ حقوق بحقِ مترجم محفوظ ہیں

نام کتاب ــــــــــ صحابہ میں حضرت معاویہ رضؓ کا مقام

تالیف ــــــــــ شیخ الاسلام امام ابنِ تیمیہ رحؒ

ترجمہ ــــــــــ مولانا محمد رفیق اثری

کتابت ــــــــــ محمد نذیر کیلانی

طباعت ــــــــــ نوبہار پریس ملتان

ناشر ــــــــــ فاروقی کتب خانہ ملتان

سنِ طباعت ــــــــــ ۱۹۹۱ء

تعداد ــــــــــ ۱۱۰۰

بار ــــــــــ دوم

قیمت ــــــــــ ۵۰/۷

فاروقی کتب خانہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

ہر طرح کے خارجی تاثرات اور جنبہ داری سے الگ رہ کر اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرنیوالا کوئی شخص اس امر سے مشکل ہی انکار کر سکتا ہے کہ صحابہ کرام رضؓ کے بعد ساری امّت مسلمہ خلفائے بنو امیّہ کی مرہونِ منّت ہے کہ ان ہی کی وساطت سے اسلام اپنے علمی، عملی، مادی اور روحانی خزانوں سمیت بعد کے لوگوں تک پہنچا۔

لیکن نرم سے نرم الفاظ میں اس بات کو ستم ظریفی کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ نادانستہ یا دانستہ بدنام بھی زیادہ ہی ہمارے محسن بیچارے بنی امیّہ ہی کو کیا جاتا ہے۔ انتہا یہ کہ صحابیّت کا شرف جو ایمان بالرسول کا جزو ہے — پروپگنڈے کے زور سے پیچھے دھکیل دیا گیا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ دونوں جلیل القدر صحابی ہیں۔ اور ہر صحابی رضؓ کو — گو اس کو بہت ہی تھوڑا صحبت نبوی کا شرف حاصل ہو سکا ہو — اہل سنّت متفقہ طور پر جنتی مانتے ہیں۔ پھر ان دونوں بزرگوں کو دوسرے صحابہ رضؓ کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا پورا اعتماد حاصل تھا دونوں کی اسلام کیلئے بڑی بڑی خدمات ہیں۔ لہٰذا ان دونوں کے متعلق دل کے اندر ذرا سی مَیل کا آجانا بھی ایمانی نقطہ نظر سے بہت خطرناک جُرم ہے۔

شیعہ کے مشہور عقیدہ بغض صحابہ رضؓ کا پہلا زینہ حضرت معاویہ رضؓ اور حضرت عمرو رضؓ بن عاص رضؓ پر تنقید ہوتی ہے۔ اسلئے علمائے اسلام حقیقت پسند جماعت نے اس رخنے کو بند کرنیکی ہمیشہ پوری کوشش فرمائی ہے۔

آٹھویں صدی ہجری کے مجدد اسلام شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحؒ کے زمانے میں فتنہ

رفض پورے زوروں پر تھا۔ شیعہ اس تکنیک کو پوری ہوشیاری سے کام میں لا رہے تھے۔ اور خصوصاً حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں مغالطے پھیلا رہے تھے۔ شیخ الاسلام نے اپنی مشہور کتاب "منہاج السنۃ" میں ایسے سب مغالطوں کی حقیقت واضح فرما دی ہے۔ علاوہ ازیں ایک مستقل تفصیلی فتویٰ بھی اسی سلسلے میں ہے جو تحقیقات جلیلہ پر مشتمل ہے۔ اس پر زور دلائل پر مشتمل فتویٰ کا ترجمہ ہے۔ جو آئندہ صفحات کی زینت ہے۔

محبی مولانا محمد رفیق صاحب مدرس مدرسہ دار الحدیث محمدیہ جلالپور پیر والہ وفقہ اللہ وایای نے اس مبارک فتویٰ کی اردو میں اشاعت کر کے اسلام کی بڑی خدمت انجام دی ہے۔ اب ضروری ہے کہ اس کو زیادہ سے زیادہ پھیلا جائے۔ مخیر حضرات کو چاہیے کہ ایسے رسائل خرید کر ضرورت مند حلقوں تک پہنچانے کی پوری سعی فرمائیں۔

ترجمہ رواں اور شستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کی اس علمی روانی میں برکت عنایت فرمائے۔ اور علم وعمل سے مزید نوازے۔ اور ہم سب کو جنت میں صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم کی معیت ارزانی فرمائے۔

احقر

محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی

المکتبۃ السلفیۃ لاہور

۶ مارچ سنہ ۱۹۶۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۔ حضرت معاویہ رضؓ پر لعنت کرنیوالا کیسا ہے؟

۲۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ احادیث ثابت ہیں؟ ۱۔ جب دو خلیفے قتال کریں تو ایک ملعون ہے ۲۔ حضرت عمار رضؓ کو باغی گروہ قتل کرے گا"

کیا حضرت عمار رضؓ کو حضرت معاویہ رضؓ کے لشکر نے قتل کیا؟

امام ابن تیمیہ مندرجہ بالا سوالات کے جواب میں فرماتے ہیں

صحابہ رضؓ پر لعنت کرنیوالا سزا کا مستحق ہے

الحمد للہ! ائمہ دین کا اتفاق ہے کہ ایسا انسان سزا کا مستحق ہے۔

جو کوئی کسی صحابی رضؓ پر لعنت کرے وہ حضرت معاویہ رضؓ اور حضرت عمرو بن العاص رضؓ کے درجہ کا صحابی رضؓ ہو یا ان سے افضل حضرت ابو موسیٰ رضؓ حضرت ابو ہریرہ رضؓ وغیرہم کے درجہ کا یا ان سے بھی شان و مرتبہ میں فائق ہو جیسا کہ طلحہ، زبیر، عثمان، علی، ابوبکر، عمر اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔

البتہ اس میں اختلاف ہے کہ اسے قتل کی سزا دیجائے یا اس سے کم تر نوعیت کی۔

اسکی تفصیل ہم ایک دوسرے مقام پر بیان کر آئے ہیں۔

صحیحین میں ابو سعید الخدری رضؓ سے منقول ہے۔

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال لا تسبوا اصحابی فوالذی نفسی بیدہ لو انفق احدکم مثل احد ذھبا ما بلغ مد احدھم ولا نصیفہ۔ مشکوٰۃ ص ۵۵۲

رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہؓ کو گالیاں نہ دو۔ مجھے خداوند قدوس کی قسم اگر تم احد پہاڑ کے قدر سونا خرچ کر دو تو وہ (خلوص اور ثواب میں) میرے صحابہؓ (سابقین) کے ایک مدّ اور نصف کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اور ان کی تو ہین اندرہ لیوں سے زیادہ قباحت رکھتی ہے۔

صحیح بخاری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال لعن المؤمن کقتلہ۔

آپ نے فرمایا مومن پر لعنت کرنا گناہ میں اس کے قتل کے مترادف ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عام مومن پر لعنت کرنے کو اسکے قتل کے مترادف قرار دیا ہے۔ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مومنین سے افضل و برتر ہیں۔

شان صحابہؓ

بسند صحیح ثابت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

انہ قال خیر القرون القرن الذی بعثت فیھم ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم الحدیث مشکوٰۃ ص ۵۵۳

افضل وہ لوگ ہیں جن میں میں مبعوث ہوا پھر وہ لوگ جو ان کے بعد آئیں گے۔ اور پھر وہ جو ان کے بعد ہوں گے۔

جس شخص نے بھی ایمان کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا ہے اسے صحابیت کا اعزاز مل گیا۔ صحیح بخاری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

عن النبي صلى الله عليه وسلم قال
يغزو جيش فيقول هل فيكم من
رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم
فيقولون نعم فيفتح لهم قال ثم
يغزو جيش فيقول هل فيكم من
رأى من رأى رسول الله صلى الله
عليه وسلم فيقولون نعم فيفتح لهم
وذكر الطبقة الثالثة (بخاری)

آپ صلعم نے فرمایا ایک فوج لڑائی کرے گی۔
لوگ کہیں گے تم میں کوئی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی رؤیت سے شرف یابی حاصل
کرنیوالا انسان موجود ہے؟ جواب
اثبات میں ہوگا اور فتح ہوگی۔ ایک
دوسرا لشکر فوج کشی کرے گا۔ وہ
کہیں گے تم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے کسی صحابی رض کو دیکھنے والا ہے؟

جواب ملیگا ہاں موجود ہے انہیں بھی فتح نصیب ہوگی۔ اسیطرح آپ صلعم نے تیسرے طبقہ کا ذکر فرمایا۔ یہ اعزاز جس طرح آپکی صحبت سے حاصل ہوتا ہے۔ اسیطرح ایمان کی حالت میں آپ صلعم کی رؤیت سے بھی حاصل ہوتا ہے

طبقاتِ صحابہ رض

لفظِ صحابی رض کبھی تو بطورِ عموم مستعمل ہوتا ہے۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایمان کی حالت میں دیکھنے والا۔ اور کبھی خاص خاص صحابہ رض پر اس کا اطلاق ہوتا ہے جنہیں خصوصی اعزازات سے نوازا جاتا ہے۔ دوسرے صحابہ رض باوجود شرف صحابیت حاصل کرنیکے [illegible] نہیں ہوتے۔

ابو سعید الخدری رض کی مذکورہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن الولید رض کو فرمایا جبکہ ان کے اور عبدالرحمٰن رض کے درمیان کچھ تکرار ہوگئی تھی: خالد میرے صحابہ رض کی تردید نہ کرو مجھے قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے۔ اگر تم میں سے کوئی ایک اُحد جتنا سونا خرچ کرے تو۔

کے ایک مُد اور نصف مُد کے ثواب کو نہیں پہنچ سکتا، عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور ان کے امثال سابقین اوّلین سے ہیں، جنہوں نے فتح حدیبیہ سے پہلے اللہ کی راہ میں قربانیاں دیں اور اموال خرچ کئے۔ اور خالد بن الولیدؓ اور ان جیسے دوسرے بزرگ جو حدیبیہ کے بعد مسلمان ہوئے خرچ کیا اور لڑائیاں کیں۔ پہلے طبقہ سے کم تر ہیں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَا یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ اُولٰٓئِکَ اَعْظَمُ دَرَجَۃً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی (الآیۃ) الحدید

یعنی فتح سے پہلے خرچ کرنیوالے اور لڑائی کرنیوالے برابر نہیں، یہ درجہ میں ان لوگوں سے بڑھ کر ہیں جو بعد میں خرچ کرنے لگے اور لڑائیاں لڑیں اللہ کا وعدہ دونوں سے اچھائی کا ہے۔

اس فتح سے مراد فتح حدیبیہ ہے جبکہ شجرہ کے نیچے آپؐ نے صحابہؓ سے بیعت لی تھی۔ اسوقت بیعت کرنیوالے چودہ سو سے زائد تھے۔ خیبر کو انہیں بہادروں نے فتح کیا تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

لَا یَدْخُلُ النَّارَ اَحَدٌ مِّمَّنْ بَایَعَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ (جامع ترمذی و ابوداؤد)

درخت کے نیچے بیعت کرنیوالوں میں سے کوئی بھی جہنم میں داخل نہ ہوگا۔

سورہ فتح جس میں یہ آیت موجود ہے۔ فتح مکہ سے پہلے نازل ہوئی۔ بلکہ عمرہ سے بھی پہلے۔

درخت کے نیچے ۶ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے بیعت لی تھی۔ اسی موقعہ پر مشرکین سے وہ صلح طے پائی جو صلح حدیبیہ کے نام سے مشہور ہے۔

اس صلح کو اگرچہ مسلمانوں نے ناپسند کیا تھا۔ کیونکہ وہ اسکے انجام سے ناواقف تھے۔ مگر اس میں مسلمانوں کیلئے وہ وہ فتوحات حاصل ہوئیں جنہیں اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ اس کا اظہار سہیل بن حنیفؓ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں کہ میرا دل چاہتا تھا کہ اگر میری استطاعت میں ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس صلح کو رد کر دوں۔ اسلئے اے لوگو! اپنی آراء کو متہم جانو اور شریعت کے مقابلے میں ان کی پیروی نہ کرو۔ (بخاری وغیرہ)

دوسرے سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں نے عمرہ قضا کیا۔ اور اس سے اگلے سال یعنی رمضان ۸ھ میں مکہ فتح ہوا۔ سورہ فتح میں یہ آیت نازل ہوئی۔

لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ مُحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخَافُونَ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوا فَجَعَلَ مِنْ دُونِ ذَٰلِكَ فَتْحًا قَرِيبًا۔

تم مسجد حرام میں امن کی حالت میں داخل ہوگے۔ انشاء اللہ سر مونڈ کر اور قصر کر کے تمہیں کسی کا خوف نہ ہوگا۔ اللہ جانتا ہے جس کا تمہیں علم نہیں اسکے قریب قریب ہی فتح آئی ہے۔

دیکھئے سورہ فتح میں مکہ کے فتح ہونے کی خوشخبری دی گئی تھی۔ چنانچہ اسکے نزول کے دوسرے سال ہی یہ وعدہ پورا ہو گیا۔

مقصد یہ ہے کہ فتح سے پہلے آپ کی صحبت میں رہنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایک طرح کی برتری حاصل ہے جس سے وہ بعد والوں سے افضل قرار پاتے ہیں۔ اسی لئے تو خالدؓ کو آپؐ نے فرمایا تھا میرے صحابہؓ کو سب نہ کرو۔ کیونکہ سابقین خالدؓ اور انکے دیگر ہم عصر صحابہؓ سے پیشتر آپؐ کی تربیت میں آچکے تھے۔

حضرت ابوبکرؓ کی خصوصی شان

حضرت ابوبکرؓ کو ایسی فضیلت صحبت حاصل ہے۔ جس سے وہ تمام صحابہؓ سے ممتاز ہوگئے ہیں۔

قَالَ كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَ ابْنِ الْخَطَّابِ شَيْءٌ فَأَسْرَعْتُ إِلَيْهِ فَسَأَلْتُهُ أَنْ يَغْفِرَ لِي فَأَبَى عَلَيَّ فَأَقْبَلْتُ إِلَيْكَ فَقَالَ يَغْفِرُ اللهُ لَكَ يَا أَبَا بَكْرٍ ثُمَّ إِنَّ عُمَرَ نَدِمَ فَأَتَى مَنْزِلَ أَبِي بَكْرٍ فَسَأَلَ أَثَمَّ أَبُو بَكْرٍ قَالُوا لَا فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ وَجْهُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ يَتَمَعَّرُ حَتَّى أَشْفَقَ أَبُو بَكْرٍ فَجَثَا عَلَى رُكْبَتَيْهِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ وَاللهِ أَنَا كُنْتُ أَظْلَمَ مَرَّتَيْنِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللهَ بَعَثَنِي إِلَيْكُمْ فَقُلْتُمْ كَذَبْتَ وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ صَدَقَ وَوَاسَانِي بِمَالِهِ وَنَفْسِهِ فَهَلْ أَنْتُمْ تَارِكُوا لِي صَاحِبِي الحديث

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۱۷)

یعنی ایک دفعہ ابوبکرؓ اور عمرؓ کے مابین کسی بات پر تکرار ہوگئی ابوبکرؓ نے عمرؓ سے معافی چاہی مگر عمرؓ نے توقف کیا۔ ابوبکرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے ادھر عمرؓ کو احساس ہوا وہ بھی ابوبکرؓ کو تلاش کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آگئے۔ آپ نے ابوبکرؓ کے موقف کو درست قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ اے لوگو! کیا تم میرے ساتھی کو میری وجہ سے نہیں چھوڑو گے؟ میں نے اللہ کا پیغام جب تمہارے سامنے پیش کیا تھا۔ تم سب نے کہا کذبت! ایک ابوبکرؓ نے تصدیق کی تھی۔ اس حدیث میں حضرت ابوبکرؓ کو "میرے ساتھی" کے خطاب سے نوازا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی قرآن پاک میں یہی خطاب دیتا ہے۔ نیز بخاری مسلم میں ہے۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ عَبْدًا خَيَّرَهُ اللهُ بَيْنَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَاخْتَارَ ذَلِكَ الْعَبْدُ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو دنیا و آخرت میں سے ایک کا اختیار دے دیا ہے

بما ذا ... فبكى ابو بكرؓ فقال بل نفديك
بانفسنا وأموالنا قال فجعل الناس يعجبون
ان ذكر النبي صلى الله عليه وسلم عبداً
خيره الله بين الدنيا والآخرة فكان
رسول الله صلى الله عليه وسلم هو
المخير وكان ابو بكر اعلمنا به (مشكوٰة ص ۵۵۶)

اس بندہ نے اللہ کا قرب پسند کرلیا ہے۔ حضرت
ابو بکرؓ رونے لگے اور فرمایا ہماری جانیں اور
تمام اثاثہ آپ پر قربان ہو۔ لوگ متعجب ہوئے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی ایک بندے
کا تذکرہ فرما رہے ہیں اور ابو بکرؓ رونے
لگے ہیں۔ درحقیقت اس کا مصداق حضور
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے۔ ابو بکرؓ ہم سب سے زیادہ رمز شناسِ نبوت ثابت ہوئے۔

نیز آپ نے فرمایا۔

ان أمن الناس علينا في صحبته وذات
يده ابو بكر ولو كنت متخذاً من
أهل الأرض خليلاً لاتخذت ابا بكر
خليلاً هو أخي وصاحبي سدوا كل
خوخة في المسجد الا خوخة ابي بكر
(مشكوٰة ص ۵۵۲)

دوستی اور صرفِ جائداد میں سب سے زیادہ
ابو بکرؓ کے ہم پر احسان ہیں۔ اہل زمین سے کسی
کی محبت ہمارے رگ و ریشہ میں ہوتی تو وہ
ابو بکرؓ ہوتے۔ وہ تو بھائی اور صحابی ہیں۔
دیگر ایسی محبت اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہے۔
تمام دروازے بند کردو۔ ایک ابو بکرؓ کا دروازہ
کھلا رہنے دو۔ علمائے عارفین کے ہاں یہی حدیث صحیح ہے۔

ان صحابہؓ کے مراتبِ شان بیان کرنے سے مقصد یہ ہے کہ اسم "صحبت" میں عموم و خصوص کی نسبت جاری ہے۔ اس سے کبھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بحالتِ ایمان دیکھنے والے مراد ہوتے ہیں۔ اور کبھی وہ جنہوں نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ آپ کی خدمت میں گزارا۔

عمرو بن العاصؓ

حضرت معاویہؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ اور ان کے درجہ کے ایمان داروں پر سلف میں سے کسی نے بھی نفاق کا الزام نہیں لگایا۔

صحیح حدیث میں ثابت ہے۔

اِنَّ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ لَمَّا بَایَعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ عَلٰی اَنْ تَغْفِرَ لِیْ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِیْ فَقَالَ یَا عَمْرُو اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ الْاِسْلَامَ یَھْدِمُ مَا کَانَ قَبْلَہٗ (مشکوۃ ص۱۲)

عمرو بن العاصؓ نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی تو کہا کہ بیعت اس شرط پر کرتا ہوں کہ سابقہ گناہ معاف کر دیئے جائیں۔ آپ نے فرمایا عمرو! اسلام سابقہ تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

یہ معلوم ہے کہ مومن کا اسلام ہی سابقہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ نہ کہ منافق کا اسلام (یہ دلیل ہے کہ عمرو بن العاصؓ کا اسلام ایک مومن کا اسلام تھا) نیز عمرو بن العاصؓ اور کچھ دوسرے صحابہؓ حدیبیہ کے بعد اپنی خوشی اور رضا سے ہجرت کر کے آئے۔

مہاجرین میں کوئی بھی منافق نہیں تھا

مہاجرین میں کوئی بھی منافق نہیں تھا۔ نفاق انصار کے بعض لوگوں میں تھا۔ اسلئے کہ جب مدینہ کے اشراف اور جمہور نے اسلام قبول کر لیا تو باقی لوگ بھی اسلام کی عزت اور اپنی قوم میں اسلام کے اثر و رسوخ کی بنا پر ظاہراً مسلمان ہو گئے۔

مکہ والے تو بالعموم کافر تھے۔ ان میں سے ایمان کا اظہار وہی کرتا تھا جو پکا سچا مسلمان ہوتا کیونکہ اسلام کے اظہار پر وہاں تو ایذا سہنا پڑتی تھی۔ اور قوم کا معاشرتی بائیکاٹ مول لینا پڑتا تھا۔

منافق تو دنیاوی مصالح کے باعث اسلام کا اظہار کیا کرتا ہے لیکن مکہ میں

اظہارِ اسلام کے صلہ میں دکھ اور تکالیف ملتی ہیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کو ہجرت فرما گئے تو اکثر ایماندار بھی وہاں پہنچ گئے تھے۔ وہی لوگ رہ گئے جنہیں ان کی قوم نے روک لیا تھا ان کے حق میں آپؐ دعائیں فرماتے۔ اے اللہ! ولیدؓ بن ولیدؓ سلمہؓ بن ہشامؓ اور دوسرے کمزور ایمانداروں کو خلاصی عنایت فرما۔ ان میں کوئی بھی ایسا نہیں جس پر نفاق کا الزام آیا ہو بلکہ سب کے سب مومن تھے اور مومن کو لعنت کرنا اس کے قتل کے مترادف ہے۔

حضرت معاویہؓ اور دوسرے طلقاءؓ کا اسلام

معاویہؓ بن ابی سفیانؓ، عکرمہؓ بن ابی جہل بھارث بن الحرث بن عبد المطلب وغیرہ وغیرہ فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے۔ باتفاق اہل اسلام وہ سچے اور اچھے مسلمان تھے۔ کسی نے بھی ان پر نفاق کی تہمت نہیں لگائی۔ حتیٰ کہ معاویہؓ کاتب وحی مقرر ہوئے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انکے حق میں دعا فرمائی۔

اللّٰھم علمہ الکتاب والحساب وقہ العذاب (ابن کثیر)

اے اللہ! اسے کتاب اور حساب کا علم عطا فرما اور اسے عذاب سے بچا۔

ان کا بھائی یزیدؓ بن ابی سفیانؓ ان سے افضل تھا۔ اسے ابوبکرؓ نے شام کی لڑائی میں امیر مقرر فرمایا۔ اور وصیت کی جبکہ ابوبکرؓ پیدل چل رہے تھے۔ اور یزیدؓ سوار تھے۔ یزیدؓ نے کہا اے خلیفۃ المسلمین! آپ سوار ہو جائیں یا میں نیچے اتر آؤں۔ ابوبکرؓ نے فرمایا نہیں نہیں مجھے پیدل چلنے میں ثواب کی امید ہے۔ عمروؓ بن العاصؓ شرجیلؓ بن حسنہ اور خالدؓ بن الولید بھی ابوبکرؓ کے مقرر کردہ امیر تھے۔ حضرت عمرؓ نے خالدؓ کو معزول کیا۔ اور انکی جگہ ابو عبیدہؓ بن عامر بن الجراحؓ کو جنہیں، امین

"هٰذِهِ الْاُمَّةِ" کا خطاب مل چکا تھا بمقولی بنایا شام کی فتح ابو عبیدہ رضؓ کے ہاتھ پر ہوئی اور عراق کی فتح کا سہرا حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ کے سر ہے۔

شانِ عمر بن الخطاب رضؓ

آپ سب سے زیادہ فراست کے مالک تھے۔ احوال الرجال کے عالم، حق و عدل کو قائم کرنیوالے اور عالم باعمل

حضرت علی بن ابی طالب رضؓ کا بیان ہے۔

كُنَّا نَتَحَدَّثُ اَنَّ السَّكِيْنَةَ تَنْطِقُ عَلٰى لِسَانِ عُمَرَ رضؓ (مشکوٰۃ بالمعنی ص۵۵)

ہم کہا کرتے تھے سکینہ عمر کی زبان پر بولتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ نے فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ ضَرَبَ الْحَقَّ عَلٰى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهٖ وَقَالَ لَوْ لَمْ اُبْعَثْ فِيْكُمْ لَبُعِثَ فِيْكُمْ عُمَرُ رضؓ مَا سَمِعْتُ عُمَرَ يَقُوْلُ لِشَيْءٍ اِنِّيْ لَاُرَاهُ كَذَا وَكَذَا اِلَّا كَانَ كَمَا رَاٰهُ وَقَدْ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا رَاٰكَ الشَّيْطَانُ سَالِكًا فَجًّا اِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّكَ (مشکوٰۃ)

قال ابن عمر رضؓ

اللہ تعالیٰ نے عمر رضؓ کی زبان و قلب پر حق ثبت فرمایا ہے۔ نیز فرمایا۔ اگر میں مبعوث نہ ہوتا تو عمر رضؓ کو یہ اعزاز ملتا۔ ابن عمر رضؓ کہتے ہیں۔ عمر رضؓ جب بھی کسی بارہ میں فرماتے کہ بات اس طرح ہے وہ بات اسی طرح ہوتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمر رضؓ! جب شیطان تمہیں کسی راہ سے آتا دیکھ لیتا ہے۔ وہ یہ راہ چھوڑ کر دوسری راہ ہو لیتا ہے۔

ابو سفیان رضؓ، معاویہ رضؓ اور عمرو بن العاص رضؓ کے ایمان کی ایک دلیل

حضرت عمر رضؓ نے معاویہ رضؓ کو عامل مقرر کیا۔ اور ابو بکر رضؓ و عمر رضؓ مسلمانوں پر کسی منافق کو عامل نہیں مقرر کرتے تھے۔ ان کے عزم واحتیاط

کا تو یہ عالم ہے کہ اپنے رشتہ داروں میں سے کسی کو عامل نہیں بنایا تھا۔

انہوں نے مرتدین کو اس وقت تک ہتھیار ساتھ رکھنے اور گھوڑوں کی سواری کرنے سے روک دیا تھا جبتک کہ انکی توبہ کی صحت ظاہر نہ ہو جائے۔ عمرؓ سعد بن ابی وقاصؓ کو کہا کرتے تھے۔ تم طلحہ الاسدی، اقرع بن حابس، عیینہ بن حصن، اشعث بن قیس کندی اور اس قماش کے لوگوں کو عامل نہ بناؤ۔ اور نہ ہی جنگی امور میں ان سے مشورے لو۔ کیونکہ یہ لوگ امیر کبیر بننا چاہتے ہیں۔ ان لوگوں کو ابوبکرؓ نے بھی مسلمانوں کے کسی امر کا متولی اور ذمہ دار نہیں مقرر کیا۔

عمرو بن العاصؓ، معاویہ بن ابی سفیانؓ اور اسی قسم کے دوسرے اصحابؓ میں نفاق کا ادنیٰ سا بھی شائبہ ہوتا تو مسلمانوں کی تولیت کسی صورت ان کے سپرد نہ کی جاتی۔ عمرو بن العاصؓ غزوہ ذات السلاسل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سپہ سالار مقرر ہوئے تھے۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی منافق کو مسلمانوں پر امیر مقرر کر سکتے تھے؟

ابوسفیانؓ بن حرب والد معاویہؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کا حاکم مقرر کیا آپ کی وفات کیوقت بھی وہ نجران کا والی تھا۔ باتفاق اہل اسلام معاویہؓ کا اسلام ابوسفیانؓ سے اچھا تھا۔ تو یہ لوگ منافق کیسے ہو سکتے ہیں! جبکہ علم و عمل میں رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مسلمانوں کے امور پر امین سمجھا۔ نیز حضرت معاویہؓ حضرت عمرو بن العاصؓ اور دوسرے صحابہؓ کے باہمی تنازعات کا سب ہی کو علم ہے۔ کسی نے بھی ان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولنے کا الزام نہیں دیا۔ مخالفوں نے نہ موافقوں نے۔ بلکہ صحابہؓ اور

تابعین کا اتفاق ہے کہ یہ لوگ روایت حدیث میں امین اور صادق تھے منافق کو کون امین سمجھتا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ نہیں بولے گا۔ معلوم ہوا یہ اکابر مومن تھے۔ اور اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کے محب صادق۔

کیا کسی جرم کی بنا پر مومن پر لعنت کرنا جائز ہے

صحیح بخاری میں ہے کہ
اِنَّ رَجُلاً یُلَقَّبُ حِمَاداً

وَكَانَ يَشْرَبُ الْخَمْرَ وَكَانَ كُلَّمَا شَرِبَ أُتِيَ بِهِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَأُتِيَ بِهِ مَرَّةً فَقَالَ رَجُلٌ لَعَنَهُ اللّٰهُ مَا أَكْثَرَ مَا يُؤْتَى بِهَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَلْعَنُوهُ فَإِنَّهُ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ (مشکوٰۃ ص ۳۱۶)

ایک آدمی جس کا نام حمار تھا شراب پیا کرتا تھا۔ جب بھی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پیش کیا گیا۔ اس پر حد شرعی قائم کی گئی۔ ایک بار ایک آدمی نے کہہ دیا: اللہ اس پر لعنت کرے یہ اس حالت میں کتنی بار لایا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس پر لعنت نہ کہو یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے۔

ہر مومن کی محبت اللہ اور اسکے رسول سے ہوتی ہے۔ جو محبت نہیں وہ مومن بھی نہیں۔ البتہ ایمان کے مراتب میں تفاضل اور کمی بیشی ہو سکتی ہے۔ دیکھئے آپؐ نے اس آدمی کو شرابی مومن پر لعنت کرنے سے منع فرما دیا حالانکہ شراب، اس کے بنانے والے، پینے والے، پلانے والے، اٹھانے والے اور اسکے تمام متوسلین پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔ لعنت وعید کے باب سے ہے۔ علی العموم تو اس کا اطلاق کسی گروہ پر یا فعل پر ہو سکتا ہے۔ متعین شخص پر نہیں ہو سکتا، ہے

توبہ صحیحہ، نیکیوں، مصائب اور کسی مقبول سفارش کی وجہ سے اس متعین فرد کا جرم معاف کر دیا گیا ہو۔ اسی طرح کا ایک اور واقعہ صحابہ کرام رضؓ کی تواریخ میں ملتا ہے۔

حاطب بن ابی بلتعہ اپنے نوکروں سے اچھا برتاؤ نہیں کرتے تھے۔ اس کے ایک نوکر نے حضرت صلعم کے پاس حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ! حاطب بن ابی بلتعہ جہنم میں داخل ہوگا۔ آپ نے فرمایا۔ تم غلط کہتے ہو۔ یہ تو بدر و حدیبیہ کی مہموں میں شریک ہو چکا ہے۔

اسی طرح صحیح حدایث[1] میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضؓ بن ابی طالب اور زبیر بن العوام رضؓ کو روضہ خاخ کو بھیجا۔ اور فرمایا وہاں تمہیں ایک عورت ملے گی۔ اس کے پاس ایک خط ہے۔ حضرت علی رضؓ فرماتے ہیں، ہم گھوڑوں پر سوار ہو کر نہایت تیزی سے وہاں پہنچ گئے اس عورت سے خط کا مطالبہ کیا۔ کہنے لگی۔ میرے پاس کوئی خط نہیں۔ ہم نے دھمکی دی۔ اس نے خط نکالکر دے دیا۔ ہم اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے۔ اس میں حاطب رضؓ نے کوئی راز کی بات مشرکین مکہ کو بتائی تھی آپ نے فرمایا حاطب رضؓ یہ کیا ہے؟ حاطب رضؓ بولا یا رسول اللہ صلعم! اللہ کی قسم میں مرتد نہیں ہوگیا ہوں۔ اور اسلام کی بجائے کفر کو میں نے پسند نہیں کر لیا ہے۔ میں قریش میں رہتا تھا۔ قریشی نہیں ہوں۔ دوسرے مہاجر مسلمانوں کی قریشیوں سے رشتہ داریاں ہیں۔ وہ قرابت کی وجہ سے انکے بال بچوں کا خیال رکھیں گے۔ میں ان پر احسان کرنا چاہتا ہوں کہ وہ اسکے بدلہ میں میرے اہل و عیال کا خیال رکھیں۔ پھر بات کوئی ایسی بھی نہیں جس سے آپ کو نقصان پہنچ سکتا ہو۔ حضرت عمر رضؓ کہنے لگے۔ مجھے اجازت دیجئے۔ اس منافق کا سر اڑا دوں۔ آپ نے فرمایا۔

---

[1] صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۰۲

اَنَّہٗ قَدْ شَھِدَ بَدْرًا وَمَا یُدْرِیْکَ اَنَّ اللّٰہَ قَدِ اطَّلَعَ عَلٰی اَھْلِ بَدْرٍ فَقَالَ لَھُمْ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ (مشکوٰۃ ص ۵۷۵)

یہ بدر میں شریک ہو چکا ہے تمہیں معلوم نہیں اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کے حق میں فرمایا ہے۔ تم جو چاہو کرو۔ میں تمہیں معاف کر چکا ہوں۔

دیکھئے اتنا بڑا جرم اس بنا پر معاف کر دیا گیا۔ کہ وہ بدر میں شریک ہو چکے تھے۔"

کسی معین فرد کیلئے جنت یا دوزخ کا حتمی فیصلہ نہیں ہو سکتا

نیکیوں کی وجہ سے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ مومن وعد و وعید دونوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ دیکھئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ کَانَ اٰخِرُ کَلَامِہٖ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ (مشکوٰۃ ص ۱۴۱)

جس کا آخر کلام لا الٰہ الا اللہ ہو گا وہ جنت میں داخل ہو گا۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِھِمْ نَارًا وَسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا (النساء ۱۰)

جو لوگ یتامیٰ کا مال ناجائز طریق سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ داخل کر رہے ہیں وہ جہنم میں جلیں گے۔"

اسی لئے کسی فرد کیلئے جنت یا جہنم کا فیصلہ نہیں کرنا چاہیئے۔ الا یہ کہ کوئی خاص دلیل کسی کے بارے میں آجائے۔ عموم وعد و وعید میں اندراج کیوجہ سے نہیں۔ کیونکہ بعض اوقات ایک ہی فرد سے دونوں کام سرزد ہو سکتے ہیں۔ وعد کا بھی اور وعید کا بھی تو وہ ثواب و عقاب دونوں کا مستحق ہو گا۔ قرآن میں ہے۔

مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ

یعنی جو ایک ذرہ کے قدر نیکی کرتا ہے، اسے

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝ دیکھ لیگا۔ اور جو ایک ذرہ کے قدر برائی کرتا ہے وہ اسے بھی پالے گا۔"

کسی شخص میں جب نیکیاں اور برائیاں دونوں موجود ہوں۔ برائیوں پر اگرچہ وہ سزا کا مستحق ہے۔ مگر نیکیوں کی جزا بھی اسے ضرور ملے گی۔ کبیرہ گناہ کی وجہ سے نیکیوں کے ضائع ہونے کے تو خوارج اور معتزلہ قائل ہیں۔ جو کہ مرتکب کبیرہ کو دائمی جہنمی قرار دیتے ہیں جو کسی سفارش اور نیکی کی وجہ سے اس سے نہیں نکل سکے گا۔ وہ کہتے ہیں کہ صاحب کبیرہ گناہ کے پاس ایمان کا ایک ذرہ بھی نہیں رہ جاتا۔ یہ نظریہ کتاب اللہ، سنت متواترہ، اجماع صحابہؓ اور مسلک اہل سنت کے مخالف ہے۔"

کیا صحابہؓ معصوم ہیں؟

ائمہ دین کسی صحابیؓ، قرابت دار، سابقین، اولین اور دوسرے لوگوں میں سے کسی کو بھی معصوم نہیں سمجھتے بلکہ کہتے ہیں۔ کہ ان سے گناہوں کا صدور ممکن ہے۔ ہاں! اللہ تعالیٰ نے سچی توبہ سے انکے گناہ معاف کردیئے ہیں اور انکے درجات اونچے کئے ہیں نیکیوں اور دوسرے اسباب وعوامل سے انکی غلطیوں کو اللہ پاک معاف کردیتا ہے۔ قرآن میں ہے۔

وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝ لَهُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِیْنَ ۝ لِیُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِیْ عَمِلُوْا وَیَجْزِیَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِیْ كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝ (پ ۲۴ رکوع ۲)

یعنی اور جو لایا سچی بات اور سچ مانا اس کو، وہی لوگ ڈر والے ہیں۔ ان کے لئے ہے۔ جو چاہیں انکے رب کے پاس یہ ہے بدلہ نیکی والوں کا تاکہ اللہ تعالیٰ اتارے ان سے برے کام جو کئے تھے۔ اور بدلہ میں دے انکو ثواب بہتر کاموں کا جو کرتے تھے۔"

نیز فرمایا:۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَنَتَجَاوَزُ عَن سَيِّئَاتِهِمْ فِي أَصْحَابِ الْجَنَّةِ (الآیۃ) پ۲۶ رکوع ۲۔

وہ لوگ ہیں جن سے ہم قبول کرتے ہیں، بہتر سے بہتر کام جو کئے انہوں نے۔ اور معاف کرتے ہیں انکی برائیاں یہی لوگ جنت والے ہیں

صحابہؓ کا اجتہاد

اجتہاد میں صحابہ کرامؓ کبھی صواب کو پہنچتے ہیں اور کبھی خطا ہو جاتی ہے۔ درستگی کی صورت میں دو ثواب ملتے ہیں۔ اور خطا کی صورت میں اجتہاد کرنیکا ایک ثواب ملتا ہے۔ اور خطا معاف کر دیجاتی ہے۔ گمراہ فرقے خطا اور گناہ کو لازم و ملزوم سمجھتے ہیں۔ بعض غلو کرتے ہیں کہ صحابہؓ معصوم ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اجتہاد میں خطا کی وجہ سے وہ لوگ باغی ہو گئے۔ اہل علم و ایمان کا طبقہ انہیں نہ معصوم سمجھتا ہے نہ سراسر خطا کار۔

اسی نظریاتی اختلاف کیوجہ سے کتنے بدعی اور گمراہ فرقے پیدا ہو گئے ہیں۔ دیکھئے۔ اس نظریہ کی بناء پر کہ صحابہؓ سے غلطیاں ہوئیں۔ اور غلط کار لعنت کا مستحق ہے۔ ایک گروہ انہیں سب اور لعنت کرتا ہے۔ بلکہ بعض تو انہیں فاسق اور کافر تک کہہ دیتے ہیں۔ جیساکہ خوارج نے علی بن ابی طالبؓ، عثمان بن عفانؓ اور ان کے ساتھیوں کو کافر کہا۔ لعنت اور سب کا اہل سمجھا۔ اور ان سے لڑنا جائز تصور کیا۔

خوارج

خوارج کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں۔

يَحْقِرُ أَحَدُكُمْ صَلَاتَهُ مَعَ صَلَاتِهِمْ وَصِيَامَهُ مَعَ صِيَامِهِمْ وَقِرَاءَتَهُ مَعَ قِرَاءَتِهِمْ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ

تم اے مسلمانو! ان کی نمازوں، روزوں، اور قراۃ قرآن کے مقابل اپنی نمازوں، روزوں اور قراتوں کو حقیر جانو گے۔ یہ

لَا یُجَاوِزُ حَنَاجِرَھُمْ یَمْرُقُوْنَ مِنَ الْاِسْلَامِ کَمَا یَمْرُقُ السَّھْمُ مِنَ الرَّمِیَّۃِ (مشکوٰۃ ص ۵۳۵)

قرآن کی قرأت کریں گے۔ مگر حلق کے اندر اس کا اثر نہیں ہوگا۔ اسلام سے یوں صاف نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے صاف پار ہو جاتا ہے۔ نیز آپ صلعم نے فرمایا۔

تَمْرُقُ مَارِقَۃٌ عَلٰی فِرْقَۃٍ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ فَتَقْتُلُھَا اَوْلَی الطَّائِفَتَیْنِ اِلَی الْحَقِّ (الخ)

مسلمانوں کے ایک فرقہ کے خلاف ایک جماعت خروج کرے گی۔ مسلمانوں کے دو گروہوں میں سے حق کے قریب گروہ ان سے لڑائی کرے گا۔

اس جماعت نے امیر المؤمنین حضرت علی رضؓ کے خلاف خروج کیا۔ اور ان کے ساتھیوں کی تکفیر کی۔ ان دنوں مسلمان دو گروہوں میں بٹے ہوئے تھے۔ ایک کے سربراہ حضرت علی رضؓ تھے اور دوسرے کے حضرت معاویہ رضؓ۔ ان لوگوں کی حضرت علی رضؓ کے ساتھ جنگ ہوئی اور وہ پیشگوئی صادق ثابت ہوئی۔

حضرت حسن رضؓ کا عظیم کارنامہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن رضؓ کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا۔

اِنَّ اِبْنِیْ ھٰذَا سَیِّدٌ وَّسَیُصْلِحُ اللّٰہُ بِہٖ بَیْنَ الطَّائِفَتَیْنِ عَظِیْمَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (مشکوٰۃ ص ۵۶۹)

میرا یہ بیٹا سید ہے۔ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی دو بہت بڑی جماعتوں میں صلح کرائے گا۔

چنانچہ حضرت علی رضؓ اور حضرت معاویہ رضؓ کے دو گروہوں میں ان کے ذریعہ صلح ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صلح کو پسند فرمایا۔ اور صلح کرانے کی وجہ سے حضرت حسن رضؓ کی تعریف کی۔ اور اسی لئے انہیں "سید" کا لقب عنایت فرمایا۔ کیونکہ یہ کارنامہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلعم کو محبوب تھا۔ اور اس پر

ان کی رضا تھی. اس وقت مسلمانوں میں جو جنگ ہو رہی تھی. اللہ اور اس کے رسول کو اگر پسند ہوتی تو حضرت حسن رضؓ کی تعریف نہ کی جاتی. کیونکہ پھر تو حضرت حسن رضؓ کا یہ اقدام صلح ایک امر واجب یا پسندیدہ کے ترک کا ارتکاب قرار دیا جاتا. یہ صحیح حدیث واضح کرتی ہے. کہ حضرت حسن رضؓ نے جو کچھ کیا بہت اچھا کیا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول کو یہی پسند تھا۔

صحیح حدیث میں ہے.

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَضَعُهُ عَلَى فَخِذِهِ وَيَضَعُ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ وَيَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُمَا وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُمَا (مشکوٰۃ ص ۵۶۹)	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسن رضؓ کو ایک ران پر بٹھا لیتے اور اسامہ رضؓ کو دوسری پر اور فرماتے. اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں اور اس سے بھی جو ان

دونوں سے محبت کرتا ہے!! اس حدیث میں آپ کی حسنؓ و اسامہؓ سے محبت کا ترغیب ظاہر ہو رہی ہے ان دونوں کی پوری کوشش رہی کہ وہ بات (صلح) ہو جائے جس کی بنا پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسنؓ کی مدح فرمائی اور اس کے خلاف ہر کوشش انہیں سخت ناگوار تھی۔

صفین کے مقتولین

اس سے معلوم ہوا کہ صفین میں قتل ہونے والے مسلمان خوارج کے منزلہ نہیں تھے جنہوں نے خروج کیا تھا. اور جن سے لڑنے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا. بلکہ ان مسلمانوں کے ساتھ تو صلح کرنے کی آپ نے مدح فرمائی ہے اور ان سے لڑنے کا آپ نے حکم نہیں دیا. اسی لئے تمام صحابہؓ اور ائمہ دین خوارج کیساتھ لڑائی پر متفق تھے.

حضرت علیؓ بھی ان سے لڑائی کرنے پر مسرور تھے۔ اور یہ مسرت اس روایت کی بناء پر تھی۔ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوارج سے لڑائی کرنیکا حکم دیا تھا۔

اس کے برخلاف صحابہؓ کی آپس کی لڑائیوں کے بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث منقول نہیں کہ آپ نے اس پر خوشی کا اظہار فرمایا ہو۔ بلکہ مسلمانوں کے متوقع اختلافات پر آپ نے غم کا اظہار فرمایا تھا۔ اور تمنا کی تھی کہ کاش ایسا نہ ہو (قتال میں شریک) بعض صحابہؓ کی آپ نے تعریف کی ہے اور دونوں جماعتوں کو کفر ونفاق سے بری قرار دیا ہے۔ ان کے مقتولین پر دعا رحمت کی اجازت دی۔ ان تمام حقائق سے پتہ چلتا ہے۔ کہ حضرت علیؓ اور دوسرے صحابہؓ کا اس پر اتفاق تھا۔ کہ دونوں پارٹیوں کے تمام افراد مومن ہیں قرآن پاک کی شہادت ہے کہ ایمانداروں کا آپس میں لڑنا انہیں ایمان سے خارج نہیں کرتا۔ فرمان ربانی یہ ہے:۔

وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَىٰ فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّىٰ تَفِيءَ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۝ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝ (الحجرات آیت ٩)

اگر ایمانداروں کے دو فریق لڑ پڑیں انکی صلح کرادو اگر ایک فریق دوسرے پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے فریق سے لڑو تاکہ وہ اللہ کے امر پر آجائے۔

اگر وہ فریق زیادتی کرنے سے رجوع کرلے تو عدل کی بنیاد پر انکی صلح کرادو۔ اور انصاف کرو۔ اللہ تعالیٰ انصاف کرنیوالوں کو ہی پسند کرتا ہے مومن بھائی بھائی ہیں تو بھائیوں میں صلح کراؤ۔ اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

اس آیت میں دونوں فریقوں کو مومن کہا گیا ہے۔ لڑائی اور ایک دوسرے پر زیادتی کرنے کے باوجود انہیں بھائی بھائی قرار دیا۔

جواب سوال ۲: ذکر کردہ "روایت جب دو خلیفے لڑیں تو ایک ملعون ہے" جھوٹ ہے۔ اور افتراء ہے۔ قابل اعتماد کتب احادیث میں یہ روایت موجود نہیں اور نہ ہی کسی اہل علم نے اسے روایت کیا ہے۔ پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ حضرت معاویہ رضؓ نے کبھی بھی دعوی خلافت نہیں کیا۔ حضرت علیؓ کے ساتھ لڑائیوں میں معاویہ رضؓ نے بحیثیت خلیفہ کسی سے اپنی بیعت کا مطالبہ نہیں کیا۔ اور نہ ہی انہوں نے خود کو خلافت کا مستحق سمجھا۔ حضرت معاویہؓ اور ان کے ساتھی حضرت علیؓ کا خیال تھا کہ معاویہ رضؓ پر ابتداءً حملہ آور نہیں ہوئے تھے۔

حضرت علیؓ کا موقف: حضرت علیؓ کا خیال تھا کہ معاویہؓ پر خلیفہ کی اطاعت اور بیعت لازم ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کا ایک ہی خلیفہ ہو سکتا ہے۔ اور یہ لوگ خلیفہ کی اطاعت سے باہر ہیں۔ اور بیعت سے توقف کر کے ایک امر واجب سے گریز کر رہے ہیں۔ اور یہ اہل شوکت بھی ہیں۔ انکے ساتھ لڑائی کرنا واجب ہے۔ جب تک کہ اطاعت قبول نہ کریں اور مسلمان ایک جماعت میں منسلک نہ ہو جائیں۔

حضرت معاویہؓ کا موقف: حضرت معاویہؓ کے فریق کا خیال تھا کہ ہم پر یہ "اطاعت، وبیعت" واجب نہیں۔ اگر اسی بنیاد پر ہمارے ساتھ لڑائی کی گئی۔ تو ہم مظلوم ہوں گے۔ اسلئے کہ حضرت عثمان رضؓ باتفاق اہل اسلام ظلماً قتل ہوئے۔ اور قاتلین عثمانؓ علیؓ کے گردہ میں موجود ہیں۔ وہ غالب ہیں۔ اور صاحب شوکت۔ اگر ہم اس خلیفہ کی اطاعت میں آجائیں۔ تو

قاتلینِ عثمانؓ ہم پر ظلم و ستم ڈھائیں گے۔ حضرت علیؓ انہیں روک نہیں سکیں گے۔ جس طرح کہ حضرت عثمانؓ سے ان لوگوں کو نہیں روک سکے ہم پر اس خلیفہ کی بیعت لازم ہے۔ جو ہمارے ساتھ انصاف کر سکے۔

حضرت علی اور حضرت معاویہ کے گروہ میں بعض غیر ذمہ دار افراد کی شمولیت!

اس گروہ بندی میں شامل ہو تو اون میں بعض ایسے جاہل بھی موجود تھے۔ جو حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ کے بارے میں فاسد خیالات رکھتے تھے۔ جن سے یہ دونوں بزرگ بری تھے۔ بعض لوگوں کا گمان تھا کہ حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ کے قتل کا حکم دیا تھا۔ حضرت علیؓ قسمیہ کہا کرتے تھے۔ کہ میں نے نہ قتل کیا۔ نہ میں قتل پر راضی تھا۔ اور نہ ہی قاتلین کیساتھ کسی قسم کا تعاون کیا۔ حضرت علیؓ کا یہ بیان بالکل صحیح ہے۔ مگر حضرت علیؓ کے بعض دوست اور کچھ مخالف اس بات کو پھیلا رہے تھے۔ دوست تو حضرت عثمانؓ پر طعن کرنے کیلئے کہ وہ واقعی قتل کا مستحق تھا۔ اور حضرت علیؓ نے جائز طور پر ان کے قتل کا حکم دیا تھا۔ مخالفین کا مقصد حضرت علیؓ پر کیچڑ اچھالنا تھا۔ کہ انہوں نے مظلوم اور شہید خلیفہ کے قتل پر تعاون کیا ہے۔ ایسے انسان کی اطاعت کیا معنیٰ؟

اسی قسم کی باتیں ہیں جنکی وجہ سے کج فہم لوگ دونوں جماعتوں پر حملہ آور ہوئے۔

دونوں میں سے مستحق خلافت کون تھے؟ مسلمانوں کے دونوں گروہ اس امر پر متفق تھے کہ خلافت کے استحقاق ہیں۔۔

حضرت معاویہؓ ۔حضرت علیؓ کی برابری نہیں کر سکتے ۔اور جب تک ممکن ہے کہ حضرت علیؓ خلیفہ ہوں حضرت معاویہؓ خلیفہ نہیں ہو سکتے ۔حضرت علیؓ کی فضیلت، سابقت علم ودین شجاعت اور دوسرے مناقب لوگوں میں مشہور ومعروف تھے ۔اہل شوریٰ میں سے بھی حضرت سعدؓ کے دست بردار ہونیکے بعد حضرت علیؓ کے سوا کوئی نہیں رہا تھا ۔لہٰذا وہی خلافت کے مستحق قرار پاتے ہیں ۔مگر حضرت عثمانؓ کے قتل کے سبب مسلمانوں میں جھگڑا پیدا ہُوا ۔اہل ظلم وعدوان کو قوت حاصل ہوئی ۔ایماندار طبقہ کمزور پڑ گیا ۔جس کی وجہ سے افتراق رونما ہُوا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اتفاق و جمعیت کا حکم دیا تھا ۔

کیا عمارؓ کو "فئہ باغیہ" نے قتل کیا؟

حدیث میں ہے حضرت عمارؓ کو باغیہ جماعت قتل کریگی ۔اہل علم میں سے بعض لوگوں نے اس حدیث پر جرح کی ہے ۔مگر یہ حدیث صحیح مسلم اور صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں موجود ہے ۔کچھ لوگ یہ تاویل کیا کرتے ہیں ۔کہ "باغیہ" کا معنیٰ حضرت عثمان کا بدلہ طلب کرنیوالی جماعت ہے ۔جیساکہ ان کا نعرہ تھا ۔نبغی ابن عفان باطراف الاسل، یہ تاویل غلط ہے ۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے بظاہر جو معلوم ہوتا ہے وہ بالکل صحیح ہے ۔البتہ حضرت عمارؓ کو باغیہ جماعت کے قتل کرنے سے اس جماعت کا کفر یا نفاق لازم نہیں آتا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔

ترجمہ:۔ اگر دو گروہ ایمانداروں کے لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کراؤ ۔اگر کوئی فریق بغی کرے دوسرے پر تو باغیہ سے لڑو ۔تاکہ وہ اللہ کے حکم پر متفق ہو جائیں ۔اگر رجوع کر لیں تو عدل کی بنیاد پر ان کے درمیان صلح کراؤ ۔اور انصاف کرو اللہ تعالیٰ انصاف کرنیوالوں کو

پسند کرتا ہے۔ مومن بھائی بھائی ہیں۔ بھائیوں کے درمیان صلح کراؤ۔ (الحجرات ۔۹)

اس آیت میں اللہ نے انہیں اقتتال اور بغی کے باوجود مومن بھائی بھائی قرار دیا ہے۔ بلکہ باغیہ کے ساتھ لڑائی کے حکم کے باوجود انہیں مومن گردانا ہے۔

یعنی ظلم اور تعدی تو عوام الناس کو بھی ایمان سے خارج نہیں کرتا۔ اور نہ لعنت کا مستحق انہیں قرار دیتا ہے۔ خیر القرون میں سے اگر کسی سے یہ کام ہو جائے تو کیوں ایمان سے خارج ہو۔

بغاوت کی دو قسمیں

باغی، ظالم، تعدی کرنیوالا اور بغی کا مرتکب دو طرح کا ہوتا ہے۔ متاول، غیر متاول۔

متاول مجتہد سے مراد وہ علم و دین کے ماہر ہیں۔ جو دین میں اجتہاد کرتے ہیں۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے۔ کہ ایک عالم ایک چیز کی حلت کا قائل ہے تو دوسرا اس کی حرمت کا جیساکہ اشربہ سود کی بعض اقسام، عقد حلالہ، اور متعہ وغیرہ مسائل میں ایسا ہوا۔ اس قسم کے اختلافات سلف میں بھی واقع ہوئے ہیں۔ یہ متاول مجتہد ہیں۔ ان میں ایک فریق غلطی پر ہوتا ہے۔ اور خطا اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے۔ جیساکہ صحیح احادیث میں موجود ہے۔ اور قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے ایک فیصلہ کا ذکر فرمایا ہے۔ قرآن دونوں کے علم و حلم کی تعریف کے ساتھ ساتھ قوت فیصلہ اور علمی اوصاف میں ایک کی برتری بیان کرتا ہے۔

علماء انبیاء کے وارث ہیں اگر ایک عالم کوئی مسئلہ سمجھ لے جو کبھی دوسرے عالم نے نہیں سمجھا۔ نہ سمجھنے والا قابل ملامت نہیں ہوتا۔ نہ ہی اسے مانع کہا جائیگا۔

اس کا علم و دیانت اسکی صفائی کے لئے کافی ہونگے۔ ہاں صحیح فیصلہ کے علم کے باوجود غلط فیصلہ کرنا ظلم ہوگا۔ اور اس پر اصرار فسق بلکہ تحریم کے علم کے بعد اسے حلال قرار دینا کفر ہوگا۔ لغتی کو بھی اسی اصل پر پرکھیئے۔

باغی متأول کا حکم

باغی اگر مجتہد اور متأول ہے۔ یعنی اُسے یہ معلوم نہیں کہ میں باغی ہوں الٹا وہ حق پر ہونیکا اعتقاد رکھتا ہے۔ اسکے حق میں "باغی" کا اطلاق اسے بغاوت کے گناہ کا مستحق نہیں بناتا۔ جو لوگ متاول باغیوں کے قتال کے قائل ہیں۔ وہ بھی ان کے عدوان و ظلم کو دور کرنے کیلئے لڑائی کے قائل ہیں۔ انکو سزا دینے کے طور پر نہیں، وہ کہتے ہیں کہ یہ لوگ عادل ہیں۔ فاسق نہیں۔ جسطرح بچے، مجنون، ناسی، بے ہوش اور سوئے ہوئے کو نقصان کرنے سے روکا جاتا ہے۔ انہیں بھی روکا جاتا ہے۔ اور جیسا کہ جانوروں کو نقصان کرنے سے دفع کیا جاتا ہے۔ اسی طرح ان متاولوں کو بھی نقصان کرنے سے باز رکھا جاتا ہے۔

دیکھئے! جو آدمی کسی کو خطاً قتل کردے اس پر کوئی گناہ نہیں۔ البتہ دیۃ ادا کرنا پڑتی ہے۔ قرآن پاک نے صراحت سے یہ مسئلہ بیان کیا ہے۔ اسی طرح کوئی مجرم بھی ہو، اس پر حد قائم کردی جائے۔ تو یہ صادقہ سے اس کا گناہ معاف ہو جاتا ہے۔ "باغی متاول" کو امام مالکؒ اور شافعیؒ کے نزدیک کوڑے مارے جائیں اس کی متعدد نظائر ان کے اقوال میں ملتی ہیں۔

فرض کرلیا جائے کہ لغتی اگر بلا تاویل ہے تو بھی وہ ایک "گناہ" ہی ہے اور گناہ کی سزا توبہ، حسنات، مصائب وغیرہ وغیرہ اسباب سے زائل ہو سکتی ہے۔

حدیث عمارؓ کی ایک اور تفسیر

اس حدیث میں یہ صراحت نہیں کہ اس

"فئۃ باغیہ" سے مراد صرف حضرت معاویہؓ اور ان کے ساتھی ہیں۔ ہو سکتا ہے اس سے وہی خاص گروہ مراد ہو، جنہوں نے حضرت عمارؓ پر حملہ کیا اور انہیں شہید کیا۔ اور وہ حضرت معاویہؓ کے لشکر میں ایک طائفہ تھا۔ حضرت عمارؓ کے قتل پر راضی ہونے والے بھی اسی فہرست میں داخل ہوں گے۔ کیونکہ لشکر میں ایسے لوگ بھی موجود تھے۔ وہ افراد جو حضرت عمارؓ کے قتل پر راضی نہیں جیسا کہ عبداللہ بن عمرو بن العاص اور دوسرے بہت سے لوگ حضرت عمارؓ کے قتل کو برا جانتے تھے حتیٰ کہ حضرت معاویہؓ اور حضرت عمرو۔ حضرت معاویہؓ سے یہ بھی مروی ہے۔ کہ انہوں نے اس حدیث کی تاویل کرتے ہوئے فرمایا۔ عمارؓ کو اسی نے قتل کیا ہے جو اسے میدان جنگ میں لایا۔ حضرت علیؓ نے اس تاویل کی تردید میں فرمایا پھر تو حضرت حمزہؓ کو بھی ہم نے ہی قتل کیا ہوگا؟

بلاشک حضرت علیؓ کا فرمان بجا ہے۔ مگر حضرت معاویہؓ کی تاویل سے یہ معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ وہ اپنے آپ کو قاتل عمارؓ نہیں سمجھتے۔ معلوم ہوا وہ خود کو باغی نہیں سمجھتے جس شخص کو ظاہری حالات کی بنا پر باغی سمجھا جا سکتا ہو۔ لیکن وہ شخص اپنے آپ کو باغی نہ سمجھے اسکو متأول مخطی کے درجہ میں سمجھنا چاہیئے۔

لہ۔ بعض لوگوں کا یہ بھی خیال ہے۔ کہ حضرت عمار رضؓ حضرت عثمان رضؓ کے دورِ خلافت میں شہید ہوئے تھے اور اس گروہ نے انہیں شہید کیا تھا جو کہ حضرت عثمان رضؓ کے خلاف بے چینی پھیلا رہا تھا۔ مگر یہ بات تاریخی طور پر ثابت نہیں ہو سکی اور صحیح روایات کے خلاف ہے۔ امام بخاری رحؒ اور مستند مؤرخین کی تحقیق بھی وہی ہے جو امام ابن تیمیہ رحؒ نے تحریر فرمائی ہے۔ ۱۲ م۔ ا

اِس سلسلہ میں عام صحابہؓ کا موقف

فقہائیں کسی کا مسلک نہیں کہ حضرت عمارؓ کے قاتلوں کے ساتھ مل کر قتال ضروری تھا اس سلسلہ میں فقہا صحابہؓ سے دو قول منقول ہیں۔

بعض صحابہؓ حضرت عمارؓ کے ساتھی بن کر لڑنا ضروری سمجھتے تھے۔ اور بعض قتال اور لڑائی سے رکنا فرض گردانتے تھے۔ دونوں گروہوں میں سابقین اولین صحابہؓ کے افراد موجود ہیں۔ پہلے گروہ میں عمارؓ، سہیل بن حنیفؓ۔ ابوایوبؓ وغیرہ وغیرہ اور دوسرے میں سعد بن ابی وقاصؓ، محمد بن مسلمہؓ۔ اسامہ بن زید۔ اور عبداللہ بن عمرؓ اکثر صحابہؓ کی یہی رائے تھی دونوں فریقوں میں حضرت علیؓ کے درجہ کے بعد صاحب مرتبت افضل حضرت سعد بن ابی وقاصؓ تھے۔ اور وہ خاموشی اختیار کرنیوالوں میں سے تھے۔

حدیث عمارؓ سے وہ اکابر صحابہؓ استدلال کرتے ہیں۔ جو قتال کے قائل ہیں۔ کیونکہ جب ان کے قاتل باغی ٹھہرے تو بحکم قَاتِلُوا الَّتِی تَبْغِیْ ان سے لڑنا ضروری ہوا۔ لڑائی سے توقف کرنیوالے اکثر صحابہؓ کرام ان احادیث سے استدلال کرتے ہیں جن میں فتن میں شرکت سے توقف کو افضل قرار دیا گیا ہے۔ وہ ان لڑائیوں کو قتال فتنہ قرار دیتے ہیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پسند نہیں فرمایا۔ البتہ آپ نے صلح کا حکم دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے باغی سے اوّلاً ہی لڑنے کا حکم نہیں دیا۔ بلکہ حکم ربانی تو یہ ہے۔ ایمانداروں کے دو گروہ لڑ پڑیں تو ان کے مابین صلح کرادو وہ اللہ کے حکم پر آجائے۔ اگر وہ اللہ کے حکم پر آجائیں تو ان کے درمیان صلح کرا دو۔ اور اس کے بعد اگر کوئی فریق زیادتی کردے تو اس سے لڑو اس وقت تک کہ انصاف کرو۔ اللہ تعالیٰ انصاف کرنیوالوں کو پسند فرماتا ہے۔"

اس آیت میں یہ نہیں کہا گیا۔ کہ جب کوئی ظلم و تعدّی کرے اس سے فوراً لڑ پڑو۔ بلکہ فریقین کے مابین صلح کرانے کی کوشش کی جائے۔ اگر اس کے بعد کوئی ایک فریق دوسرے پر تعدّی کرنے سے باز نہیں رہتا۔ تو اس سے لڑا جائے۔ کیونکہ وہ فریق قتال کو ختم نہیں کر رہا۔ اور صلح پر آمادہ نہیں۔ اس کا شر تو لڑائی سے دفع ہوگا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی قسم کے موقع کے لئے فرمایا۔

مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ وَعِرْضِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ جو اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا گیا وہ شہید ہے، جو اپنے خون کی حفاظت میں قتل ہوا وہ بھی شہید ہے۔ جو اپنے دین اور عزت کے لئے مارا گیا وہ بھی شہید ہے۔ اگر بالفرض تمام لشکر باغی ہو جائے تو بھی اوّلاً یہ حکم نہیں کہ ہم ان سے لڑیں بلکہ پہلے ہمیں صلح کی کوشش کرنی چاہیئے۔ مقصد یہ ہے کہ حدیث عمارؓ کی وجہ سے کسی صحابی رضؓ پر لعنت کرنا مباح نہیں۔ نہ ہی اس سے کسی کا فسق لازم آتا ہے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْد، هٰذا آخر ما اردنا من ترجمة فتوى الامام الهمام شيخ الاسلام ابن تيمية الحرانى رحمه الله

محمد رفیق الاثری

مدرس دار الحدیث جلالپور پیروالہ